اسلامی تحریکیں --- خدشات اور امکانات

قاضی حسین احمد

کیا دنیا کے مختلف حصوں میں اٹھنے والی اسلامی تحریکیں کسی خطرے کی علامت ہیں؟ وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بنا پر یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ ان تحریکوں کو کچل دیا جائے؟ کیا ان تحریکوں سے صرف غیر مسلم مغرب ہی خائف ہے یا مشرق کو بھی ان سے کوئی خطرہ درپیش ہے؟

یہ سوالات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ لیکن ان کا کوئی بھی جواب دینے سے پہلے میں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ "اسلامی تحریک" سے ہم کیا مراد لیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس نکتے کی وضاحت سے اس بے بنیاد خوف کی اصلیت بھی واضح ہو جائے گی جو مغرب اسلام سے خوامخواہ ہی محسوس کر رہا ہے۔

تحریک اسلامی کی بنیاد قرآن اور اللہ کے آخری رسول، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ عملی نمونہ زندگی پر قائم ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اس کائنات کی بنیاد عدل و قسط کے اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ یہ کائنات کامل ہے، ہر قسم کے نقص سے پاک ہے، اس کے اجزا میں ہم آہنگی ہے اور اس کا ہر عنصر کسی دوسرے عنصر کی تکمیل کرتا ہے۔ اسی وجہ سے نہ صرف یہ کہ زندگی قائم رہتی ہے بلکہ ہر لمحے ترقی کی طرف مائل ہے۔

اس بنیادی اصول کے حوالے سے ایک اسلامی تحریک کا مقصد عدل و قسط کا حصول اور معاشرتی و اخلاقی طور پر انصاف کا قیام ہے۔ انصاف کے قائم ہونے یا نہ ہونے کا ہماری زندگی سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ انصاف کے قیام کا منطقی نتیجہ امن، سکون اور احساس تحفظ ہوتا ہے جبکہ اس کے نہ ہونے کی صورت میں انسانی معاشرہ افراتفری، تصادم اور قتل و غارت کا شکار ہوتا ہے۔ اسلامی نظام عدل اگر مسلمانوں کے لیے ہے تو بقیہ دنیا کے لیے بھی ہے، بالفاظ دیگر اسلامی تحریک اپنے شانوں پر دو چہرے سجائے نہیں پھرتی، اس کے دو مختلف لائحہ عمل نہیں کہ مسلمانوں کے لیے تو وہ عدل و انصاف کے لیے کوشاں ہو اور غیر مسلموں کے لیے انتشار اور افراتفری کو روا رکھے۔ اسلامی تحریک تو ہر ایک کے لیے انصاف کی خواہاں ہے تاکہ یہ کرہ ارض

ایک بہتر زندگی گزارنے کے لیے مناسب مقام بن سکے۔ اہل مغرب صرف اپنے لیے امن و امان چاہتے ہیں جبکہ دوسروں کے لیے دائمی انتشار چاہتے ہیں۔

اسلامی تحریک اخلاقی ضوابط کی پابند ہوتی ہے۔ وہ افراد کو بیرونی ضابطوں اور ریاستی جبر سے خیر کی طرف راغب نہیں کرتی بلکہ انسان کے اندر نیکی کی جو صلاحیت ہے اسے نشوونما دے کر فرد کو اس سطح پر لے آتی ہے کہ وہ کسی خارجی محرک کے بغیر خود اپنا احتساب کرے اور اس طرح کے دوسرے افراد کے ساتھ مل کر ایسا معاشرہ بنائے جس میں خیر و فلاح کا دور دورہ ہو۔ حد سے زیادہ قانونی ضابطے' غیر ضروری حکومتی ادارے اور بے تحاشہ ریاستی اخراجات لادین سیکولر معاشروں کا خاصہ ہیں' اسلام ان سے اجتناب کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک فرد اپنے باطن کی خود اصلاح نہیں کرتا اس وقت تک نہ تو خوف سے آزاد ہو سکتا ہے اور نہ ہی ارادہ و اختیار کی آزادی کی اس راہ پر چل سکتا ہے جو اس کی پیدائش کی ایک غایت ہے۔ وہ اپنی شخصیت کے ان امکانات کی تکمیل بھی نہیں کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے ودیعت کیے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی تحریک یہ ضروری سمجھتی ہے کہ بے حس اور بے محابہ مادیت' جنسی بے راہ روی اور اشیائے تعیش کی بے قید خواہشات کو اعتدال میں لایا جائے کیونکہ یہ تینوں موجودہ زمانے میں جرائم' عدم تحفظ اور خوف کا باعث ہیں۔ مغرب اپنی فطرت کے ان اجزائے ترکیبی کو نہ صرف برقرار رکھنا چاہتا ہے بلکہ انھیں دوسروں پر مسلط بھی کرنا چاہتا ہے۔

اسلامی تحریک عقل و دانش کی اہمیت میں یقین رکھتی ہے لیکن یہ یقین آزاد عقلیت پرستی پر منتج نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے اسلام کے اساسی اصولوں پر استوار کرنا چاہتی ہے۔ ہم زندگی کے ہر طرح کے معاملات میں وحی الٰہی کے اہم ترین کردار پر زور دیتے ہیں کیونکہ ایک حقیقی مابعد الطبیعیاتی بنیاد کی عدم موجودگی میں عقل ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتی بلکہ ہولناک نتائج تک پہنچاتی ہے۔ اس کے برعکس مغرب عقل کو عقائد' تاریخ اور سماجی قدروں سے بالا رکھنا چاہتا ہے۔

اسلامی تحریک اس امر میں بھی یقین رکھتی ہے کہ انسانی کردار کے دو پہلو ہیں' یعنی اس کی فطرت روح اور مادہ سے عبارت ہے اور اس کے ارتقا اور تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ اسے ایک مربوط اور جامع ترقیاتی ماڈل فراہم کیا جائے۔

ایسا نظام جو روحانی ضروریات کو نظرانداز کرے اور مادی ضروریات کو ہی ساری اہمیت دے وہ یک طرفہ ہے اور آخرکار ناکام ہو گا۔ یہ اصول ان مذاہب پر بھی صادق آتا ہے جو مادی تقاضوں کی قیمت پر روحانی قوت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اہل مغرب بالعموم انسانی فطرت کے روحانی پہلو کو اہمیت نہیں دیتے' اور سیکولرازم کو ہی واحد طرز زندگی قرار دیتے ہیں۔

ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اسلام ایک طرز حیات ہے۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اسلام زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے اپنا زاویہ فکر رکھتا ہے۔ مغرب اور ان کی فکر سے متاثر ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس کی تعبیریوں کرتا ہے کہ اسلام ایک "محدود مذہب" ہے، یہ ایک استبدادی حکومت بناتا ہے جو لوگوں پر ایک خاص قسم کا ریاستی فکر مسلط کر دے گا اور دوسری تعبیرات یا ذہنی رویے اختیار نہیں کیے جا سکیں گے۔ یہ بالکل غلط بات ہے، کیونکہ اسلام نہ تو "محدود مذہب" ہے، نہ ہی ایک جبری نظام ہے جو حکمت اور صبر سے عاری ہو۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ ایک نظریہ حیات ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ بنیادی تصورات دیتا ہے اور دنیا کے ہر کلچر کے لوگ ان اصولوں سے مطابقت رکھنے والے امور کو اختیار کر کے زندگی گزار سکتے ہیں۔ ایسا کوئی تاثر کہ اسلام ایک کلیت پرست ریاست بناتا ہے جو چھوٹی چھوٹی جزئیات تک اپنے شہریوں کے لیے طے کرے، بے بنیاد ہے۔ میں اسے ایک ناروا پابندی سمجھتا ہوں کہ لوگوں کے جمالیاتی ذوق اور ان کی اس فطری طلب میں کہ وہ جس شے کو اپنے لیے بہتر سمجھیں اس کا انتخاب کریں، مداخلت کی جائے۔ اسلام جبر کے خلاف ہے۔ ہم محض قانون کو ہی تبدیلی کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ ہم اخلاقی اقدار اور انسانی ضمیر کو معاشرتی تبدیلی کا اہم ترین ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں پاپائیت نہیں۔ ہم اختلاف رائے کو رحمت سمجھتے ہیں اور ہر ایک کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اسلام کی واضح حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی فکر کے مطابق جو درست سمجھے، اسے اختیار کرے۔

اسلامی حکومت کوئی بلڈوزر قسم کی شے نہیں جو ہر چیز کو الٹ پلٹ کر دے اور انسانوں کے جسم اور روح پر ایک فولادی جیکٹ چڑھا دے۔ اسلامی حکومت تو اختلاف اور تنوع کو تسلیم کرتے ہوئے عوام الناس کو متحرک کرتی ہے کہ سب ہم نوا ہو کر ایک خوب صورت نغمے کی شکل اختیار کر لیں۔ اسلام جیسا کہ قرآن حکیم ہمیں بتاتا ہے، لوگوں کو رواج اور رسومات کے غیر ضروری بوجھ سے آزادی دلاتا ہے، ان کی زنجیروں کو کاٹتا ہے اور انھیں جہالت اور جامد ذہنی رویوں سے نجات دلاتا ہے تاکہ وہ اپنا حق زندگی اسلام کے اندر رہتے ہوئے استعمال کر سکیں اور اس طرح اپنے حالات اور ماحول پر غالب ہو سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کے متعلق فرمایا کہ یہ دین فطرت ہے۔ ہمارا بھی یہی تصور دین ہے۔ اسلام کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں، اس لیے قرآن نے بار بار تدبر و تفکر اور تعقل کی تلقین کی ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اسلامی تحریک سے کیوں خائف ہیں۔ اس کی وجوہات بڑی نمایاں اور عام فہم ہیں۔

اسلامی تحریک مغرب کے سیکولر ماڈل کو مسترد کرتی ہے جو فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama) کے الفاظ میں "انسانیت کے نظریاتی ارتقا کی معراج ہے اور مغربی لبرل جمہوریت کی عالمی حقیقت کی صورت

میں انسانوں کی تشکیل کردہ حکومت کی کامل شکل ہے"۔

● اسلامی تحریک کا مغربی نظام قبول کرنے سے انکار ایک اختلاف رائے کا عام سا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ اس طرح ہم اپنے انسانی جوہر کا اثبات کرتے ہیں۔ ہم اپنی تقدیر کے خود مالک بننا چاہتے ہیں۔ ہمارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا مغرب کا کہ ہم اپنے لیے جس راہ کا چاہیں، انتخاب کریں۔ مسلمان نہیں چاہتے کہ ان کی تحقیر کی جائے اور ہر بات پر انھیں ذلت برداشت کرنی پڑے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنے قوانین اور اداروں کے ذریعے خود حکومت کریں۔ اسلامی تحریک کی یہ خواہش کہ مسلمان اپنی تقدیر کے خود مالک بنیں، مغرب کے نزدیک ان کی تہذیب کے لیے حقیقی خطرہ ہے، جو ان کے عالمی غلبے اور تسلط کا خواب پریشان کر سکتی ہے۔ طاقت اور غلبے کی نفسیات میں یہ بات شامل ہے کہ اگر انحراف اور بغاوت کے اظہار پر سزا و تعزیر نہ دی جائے اور مخالف تہذیبی فکر کا راستہ نہ روکا جائے تو اس سے غالب تہذیب کی بقا کے لیے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ان کے اختتام کی ابتدا بن جائے۔

● اسلامی تحریک خود انحصاری پر یقین رکھتی ہے کیونکہ اس کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات کی پرستش کرنے والے دنیا میں مانگنے کے لیے نہیں بلکہ دینے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں اپنی کارکردگی، مہارت اور انتظامی صلاحیتوں میں بہترین ہونا چاہیے تاکہ وہ اسلامی نظام کی برتری دنیا پر ثابت کر سکیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہماری حق تلفی نہ ہو اور دنیا ہم سے انصاف کرے۔ اصولی طور پر تو مغرب کو مسلمانوں کی محض اس خواہش سے کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے لیکن جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ اسلامی تحریک کا یہ اصرار کہ مسلمانان عالم کو آبرومندانہ زندگی کا موقع ملے، مغرب کے لیے بنیادی مسئلہ بن گیا ہے۔

دراصل مغربی ممالک دولت کو طاقت، تحفظ اور خوشی کا منبع سمجھتے ہیں۔ دولت کے حصول کے لیے سستا خام مال اور اس کے بعد تیار شدہ اشیا کی کھپت کے لیے مارکیٹ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ اس وقت کل دنیا کی آبادی کا ۵.۶ فی صد ہے جبکہ دنیا کے بنیادی وسائل کا ۴۰ فی صد امریکی عوام خرچ کرتے ہیں اور اگر وسائل کے اس انتہائی تصرف و استحصال میں دوسرے مغربی ممالک اور روس کو بھی شامل کر لیا جائے تو باقی تمام دنیا کے لیے محض ۱۵ سے ۲۰ فی صد تک بچتا ہے۔ عالمی وسائل کے اس طرح کے بے جا استعمال نے مغرب میں ایک خطرناک "بیمار ذہن" پیدا کر دیا ہے جو برطانوی کردار پر جارج برنارڈ شا کے تبصرے میں خوب اچھی طرح بیان ہوا ہے:

> ایک انگریز غلط یا صحیح کوئی بھی کام کرے لیکن وہ کبھی غلطی پر نہیں ہوتا۔ وہ (انگریز) آپ سے حب الوطنی کے اصولوں پر جنگ کرتا ہے، کاروبار کے اصولوں پر آپ کو لوٹتا ہے اور سامراجیت کے

اصولوں پر آپ کو غلام بنالیتا ہے۔

مندرجہ بالا رائے نہ صرف انگریز بلکہ تمام مغربی دنیا پر بالعموم صادق آتی ہے۔ مورخ پال جانسن (Paul Johnson) مغرب کے اسی رویے کو طاقت اور غلبے کی ایک زبردست خواہش قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول یہ ذہنی کیفیت ایک لادینی نظام میں تباہ کن صورت اختیار کر جاتی ہے۔ امریکہ نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم اس وقت گرایا جب جنگ کے شعلے تقریباً سرد پڑ چکے تھے۔ اس کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ وہ جاپان کو مثالی سزا دے کر پوری دنیا پر اپنی دھاک بٹھا دے۔ اسی روش کو جاری رکھتے ہوئے امریکہ نے ابھی تک عراق کا گھیراؤ کیا ہوا ہے اور بتدریج اس کو مکمل تباہی کی طرف دھکیل رہا ہے، جبکہ عراق کویت جنگ کبھی کی ختم ہو چکی ہے۔

اسلام کے خلاف سازشیں

مغرب کے خوف کی یہ نوعیت اور دوسروں کی دولت اور وسائل کی بنیاد پر اپنی جھوٹی خوش حالی کو قائم رکھنے کی یہ شدید خواہش، اسے مسلمانوں کے اور ان کی حقیقی قیادت کے بارے میں مختلف قسم کی ریشہ دوانیوں میں مصروف رکھتی ہے:

اول، مغرب کی اسلامی تہذیب و ثقافت کے خلاف مسلسل یورش کہ یہ ایک "فرسودہ" اور "ازمنہ قدیم" نظریہ حیات ہے جو مخصوص سماجی و معاشی حالات اور تاریخ کے ایک خاص دور کی پیداوار ہے۔

دوم، ٹیلی وژن پروگرام، کتابوں، رسائل اور اخبارات کی مدد سے ایک اطلاعاتی ماحول کے ذریعے سیکولر ذہن بنانا، جو مغرب کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہو۔

سوم، ایک ایسے تعلیم یافتہ گروہ کی تشکیل جو مغرب کو اپنے لیے ماڈل سمجھے اور اس طرح خود اپنے معاشرے اور اس کی اخلاقی قدروں کے خلاف صف آرا ہو جائے۔

چہارم، قدروں سے آزاد ایک ایسے لبرل تعلیمی نظام کی تشکیل کی حوصلہ افزائی، جس کے نتیجے میں مسلمان معاشرے کو مغرب میں ضم کیا جاسکے۔

پنجم، مسلمان معاشروں میں کٹھ پتلی حکومتوں کی تشکیل جن کے ذریعے اسلامی تحریکوں کا سدباب بھی کیا جائے اور ساتھ ہی مسلم عوام کو غربت و افلاس میں ہمیشہ کے لیے مبتلا رکھا جاسکے۔ آخر الذکر مقصد کے حصول کے لیے مغرب عالمی بنک اور آئی ایم ایف کو استعمال کرتا ہے۔ پروفیسر چامسکئی (Chomsky) جو خود امریکی شہری ہیں، اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ "آئی ایم ایف کی شرائط جو آزاد مارکیٹ معیشت کا مطالبہ کرتی ہیں خوراک پر زر تلافی (سبسڈی) اور مقامی صنعتوں کے تحفظ کی مخالفت کرتی ہیں۔ یہ طریقہ کار اس امر کا ضامن ہے کہ اہل ثروت اور مراعات یافتہ افراد ہی اس (جمہوری) تماشے کو چلائیں اور دو سطحی

معاشروں کو برقرار رکھیں جو (مغرب کے لیے) از بس ضروری ہے"۔ ایک اور تدبیر جسے اہل مغرب نے تجربات کے بعد سائنس کی شکل دی ہے وہ قرضہ جات کی فراہمی اور مقامی کرنسیوں کا اس طرح سے انتظام و انصرام ہے کہ ڈالر کے لیے مصنوعی قلت پیدا کی جا سکے۔ مثلاً ۱۳۰۰ ارب ڈالر کا ایک آزاد متحرک فنڈ تشکیل دیا گیا ہے جو کسی ملک تک محدود نہیں۔ اس فنڈ کو جوئے کی رقم (casino money) کہا جاتا ہے۔ اس کے توسط سے سٹاک مارکیٹوں میں سرمایہ کاری کر کے سٹاک کی قیمتوں میں مصنوعی تیزی پیدا کی جاتی ہے اور اس طرح سے مارکیٹ میں ابال لا کر سرمایے کو نکال لیا جاتا ہے۔

ششم، جہاں تعذیب و تعزیر اسلامی تحریک کو روک نہ سکے، وہاں یہ کوشش کی جائے کہ ان کی قیادت کے خلاف گندگی اچھالنے کی مہم کو تسلسل سے جاری رکھا جائے جس کے نتیجے میں اسے "نااہل" "متروک" "بے مغز عقیدہ پرست" "رجعت پسند" اور "تاریک خیال" ثابت کیا جا سکے۔

اس مسلسل کش مکش میں مغرب کے آلہ کار حکمران اور سیکولر حضرات کا اسلامی قوتوں کے خلاف ایک فطری الحاق بنتا ہے۔ ماضی میں الجزائر اور دیگر ممالک میں اسلامی تحریک کے ظہور و عروج کے پس منظر میں ایک نئی حکمت عملی وضع کی جا رہی ہے جس کے خدوخال درج ذیل ہیں:

- اسلامی تحریکوں کے خلاف کھلم کھلا جارحیت کا ارتکاب نہ کیا جائے کیونکہ اس پر ردعمل سے ان کی اپیل میں وسعت پیدا ہو سکتی ہے۔
- اسلام کو نمایشی سطح پر اختیار کر لیا جائے۔ کٹھ پتلی حکومتیں عبادات اور رسومات پر زور دیں۔ یہ سب کچھ ٹیلی ویژن کی روشنی میں کیا جاتا ہے تاکہ حکمرانوں کی اسلام دوستی کا تاثر مسلم عوام کو دیا جا سکے۔ ساتھ ہی ٹی وی پر "بے روح" مذہبی پروگرام تسلسل سے پیش کیے جائیں۔
- مسلمان عوام کی اسلام سے محبت کو کم کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلامی قوتوں کو حکومت میں شامل کیا جائے اور یہ اہتمام کیا جائے کہ وہ مروجہ نظام کے اندر رہ کر کام کریں۔ اس طرح عوام میں ان کی نااہلیت ثابت کی جا سکے گی۔ مزید برآں مروجہ نظام میں کام کرتے ہوئے ان کے اعلیٰ اصول، عملی تقاضوں کی تاب نہ لا کر، اپنی کشش کھو دیں گے۔
- جب وہ ایک دفعہ مروجہ نظام کا حصہ بن جائیں گے، تو پھر ان کی منفرد حیثیت باقی نہ رہے گی بلکہ دوسری سیاسی جماعتوں کی طرح کی کمزوریاں بلکہ انھی کی مالی بدمعاملگی اور کرپشن بھی ان میں در آئیں گی۔
- مغرب اپنی ایجنٹ حکومت کے لیے یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ اپنے عوام کو اچھی اور ذمہ دار حکومت دیں تاکہ ملک میں ایسے حالات نہ رہیں جو اسلامی تحریکوں کے برگ و بار لانے کے لیے سازگار ہوں۔

مغرب اور ان کے گماشتوں کی ان سازشوں کے باوجود اسلامی تحریک اپنے آپ کو عوام سے وابستہ کرتے ہوئے اسلامی تبدیلی کے عمل کو تیز تر کرے گی۔ یہ ہمارا اپنے رب سے، اپنے عوام سے اور اپنی تاریخ سے وعدہ ہے۔ سیکولر حضرات ہماری تاریخ کی مذمت کرتے ہیں لیکن اسی تاریخ سے ہماری ملی زندگی کا اثبات ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ دوسرے تو تاریخ کو پارینہ واقعات کا مجموعہ تصور کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے تو یہ میزان عمل اور تعزیر ہے۔ یہ نہ صرف ہماری ماضی کی کامرانیوں کی عکاسی کرتی ہے بلکہ ہمیں اپنے حال کی ناکامیاں بھی دکھاتی ہے۔ اسلامی ریاست کی عدم موجودگی میں ایک مسلمان کی زندگی کرب انگیز ہوتی ہے۔ اس کا احساس ذلت شدید اور اس کی روح کا زخم گہرا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نوجوان نسل صورت حال کی سنگینی کو انگیز کرتے ہوئے خلافت کے احیا کے لیے سرفروشی کا مظاہرہ کرتی رہے گی، ایک ایسی جدید ریاست کے قیام کے لیے جو نہ تو اپنے ماضی پر شرمندہ ہوگی اور نہ ہم عصر تقاضوں سے گریز کی راہ اختیار کرے گی۔ وہ امن و سلامتی، عزت و سربلندی اور کامیابی و خوش حالی کی نقیب ہوگی۔

خوش آمدید

سالانہ اجتماع عام جماعت اسلامی پاکستان فیصل مسجد اسلام آباد کا

خصوصی تحفہ

تفسیر فی ظلال القرآن

سید قطب شہیدؒ
ترجمہ: سید معروف شاہ شیرازی

جلد اول تا ششم مکمل سیٹ
ہدیہ -/2125 روپے

مرد و خواتین کے اسٹال سے وصول فرمائیں۔

اس کے علاوہ تفہیم القرآن، قرآن، حدیث، تحریکی کتب اور
سفری بیگ، مصنوعات، گھڑیاں، ہینڈ بیگ، وال چارٹ، اسٹیکرز اور کیسٹ بھی دستیاب ہیں

ادارہ منشورات اسلامی
بالمقابل منصورہ ملتان روڈ،
لاہور فون: 7840584
اسٹال اجتماع عام